4713CH08

چِھدّو

ایک چھوٹا سا لڑکا تھا، اس کا نام تھا چِھدّو۔ اس لڑکے کی یہ عادت تھی کہ جب کسی کو کوئی کام کرتے دیکھتا تو جھٹ کہتا ''میں بھی یہی کروں گا، میں بھی''بس دن بھر یہی ''میں بھی، میں بھی'' کرتا رہتا تھا۔ کبھی کھڑکی میں سے دیکھتا کہ کوئی سڑک پر گھوڑے پر سوار جا رہا ہے تو کہتا میں بھی سوار ہوں گا۔ باغ میں کھیلنے جاتا اور جھاڑی میں سے کوئی چڑیا



پھر سے اُڑتی تو یہ کہتا ''میں بھی اُڑوں گا۔'' اس کے گھر سے کچھ دور ایک تالاب تھا۔ اس کے کنارے کھیلنے جایا کرتا اور ننّھی ننّھی مچھلیوں کو پانی میں تیرتے دیکھتا تو کہتا ''میں بھی تیروں گا۔''

ایک دن ایسا ہوا کہ اس کے ماں باپ کہیں باہر گئے، بہن کسی کام سے کھیت پر گئی تھی۔ یہ گھر میں بالکل اکیلا تھا۔ ایک گھوڑا سفید جیسے بُرّاق اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ گھوڑے پر ایک سنہرا خوب صورت زین کسا ہوا تھا۔



گھوڑا کچھ دیر تو گردن جھکائے کھڑا رہا۔ پھر اپنے دونوں اگلے پاؤں موڑ کر گھٹنوں کے بَل جھک گیا اور چھدّو سے کہا کہ ''آؤ بیٹھ جاؤ۔'' پھر کیا پوچھنا تھا، چھدّو تو مارے خوشی سے پھولے نہ سماتا تھا۔ جھٹ کود کر سنہرے زین پر بیٹھ گیا اور لگا چلّانے کہ ''میں تو گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ میں تو گھوڑے پر سوار ہوگیا۔'' باہر کھیت کی مینڈ پر چھدّو کی بہن منّی بیٹھی تھی۔ اس نے بھائی کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو چلاّ اُٹھی۔ ''ارے چھدّو، چھدّو، کدھر چلے۔'' چھدّو بولا ''ہم تو دنیا دیکھنے جاتے ہیں۔'' یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کے ایک چابک رسید کیا اور گھوڑا ایسا اُڑا جیسے ہوا جاتی ہے۔

پہلے تو ایک بڑا سا میدان پڑا۔ اُس پر گھوڑا سرپٹ دوڑتا ہوا نکل گیا۔ پھر ایک بہت اونچے پہاڑ پر چڑھا اور دوسری طرف سے اُتر کر ایک گھنے جنگل میں پہنچا۔ جنگل ختم ہوا تو ہرے ہرے کھیت آئے۔ ہر طرف کھیتی لہلہا رہی تھی اور لال نیلے پھول کھلے ہوئے تھے۔ کھیتوں سے نکلے تو پھر ایک جنگل آیا۔ اس کے پیڑ سب بہت چھوٹے چھوٹے تھے اور ایسے گھنے کہ اس میں سے گزرنا مشکل تھا۔ مگر اس گھوڑے کے سامنے سب کچھ آسان تھا۔ اسے بھی طے کرلیا۔ پھر ایک ریت کی دیوار آئی۔ گھوڑا اِس پر بھی چڑھا مگر پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ اس لیے تیزی ذرا کم ہوگئی۔ ریت کی دیوار خوب چوڑی تھی۔ اوپر پہنچے تو دیکھا کہ نیچے سمندر لہریں مار رہا ہے۔ جہاں تک نظر جاتی ہے پانی ہی پانی تھا۔ سب نیلا ہی نیلا۔

گھوڑے نے کہا ''اب مجھ سے نہیں چلا جاتا۔ میں آگے نہیں جا سکتا، بس اب اُترو، میاں چھدّو!'' چھدّو نے کہا ''واہ میں تو اور آگے چلوں گا۔ اور آگے اور آگے'' یہ سن کر گھوڑا اس زور سے اُچھلا کہ میاں چھدّو دھڑام سے آگے آن پڑے اور ریت کی دیوار پر سے ایسا لُڑھکے کہ سیدھے سمندر میں گر کر ڈُبکیاں کھانے لگے، ایک لال سُنہری مچھلی جلدی جلدی تیر کے اوپر آئی اور اُس کی ٹانگوں کے بیچ میں آ کر ٹھہر گئی۔ چھدّو کو ذرا سہارا ملا تو انھوں نے اپنا بدن اوپر کو اٹھایا اور کہا ''اہا میں تو پھر سواری کروں گا۔'' مچھلی بولی ''نہیں میاں، سواری نہیں کروگے تیروگے۔''
''اہاہاہا، تیروں گا۔ یہ تو اور بھی اچھا ہے۔''

اب اس مچھلی کے سہارے چھدّو میاں نے سمندر میں تیرنا شروع کیا۔ چاروں طرف سے ننھی ننھی چمکتی ہوئی

مچھلیاں آ آ کر جمع ہونے لگیں۔ چھِدّو کو تیرتا دیکھ کر انھوں نے ہنسنا اور ناچنا شروع کیا۔ اُدھر سے دریائی چڑیوں نے ایک دوسرے سے چلّا چلّا کر کہنا شروع کیا۔ ''ارے ذرا دیکھو تو۔ ذرا دیکھو تو چھِدّو کس مزے سے تیر رہا ہے۔''

تیرتے تیرتے جب دور نکل گئے تو ایک جہاز ملا، جہاز پر چھِدّو کا باپ تھا۔ چاروں طرف چھِدّو کو دیکھتا اور ہر ایک سے پوچھتا تھا۔ ''بھائی تمھیں تو دکھائی دیا ہمارا چھِدّو؟'' چھِدّو نے جو باپ کی آواز سنی تو چپکے سے مچھلی سے کہا۔ ''ارے غوطہ لگاؤ جلدی سے غوطہ، نہیں تو وہ دیکھ لیں گے۔''





مچھلی نے ایسا گہرا غوطہ لیا کہ سمندر کی تہ کو پہنچی ۔ وہاں طرح طرح کی سیپیاں تھیں۔ رنگ برنگ کے گھونگے تھے اور ایسے ایسے درخت کہ چھدّو نے کبھی دیکھے بھی نہ تھے۔ چِھدّو نے جو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا تو آنکھوں میں پانی بھر گیا۔ اور چیخے کہ ''بس بس اب اوپر چلو اوپر میرا دم گُھٹتا ہے۔'' مچھلی اوپر نکلی اور چِھدّو نے پانی سے سر نکالا ہی تھا کہ ایک بڑا سا پرندہ اوپر سے آیا۔ کچھ کالا کچھ سفید اور اُس نے چِھدّو کو چونچ میں اٹھالیا اور اپنے پر خوب پھیلا کر اسے ہوا میں اُچھالا اور اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا۔ چِھدّو چلّایا۔ ''اب تو میرے پَر ہو گئے۔ میں تو اُڑوں گا میں تو اُڑوں گا۔''



یہ پرندہ اونچا اُڑتا ہی چلا گیا۔ رُکنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ اُدھر سورج برابر نیچا ہوتا جاتا تھا اور آخر کو بالکل غائب ہی ہوگیا، چھدّو کے قریب سے ایک عورت گزری جو بڑے بڑے نہایت ڈھیلے، بالکل کالے کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ یہ رات تھی اور اوپر سے زمین کو جارہی تھی لیکن پرندہ اور چھدّو تھے کہ اوپر اوپر ہی چلے جاتے تھے اور اُڑتے اُڑتے چاند اور تاروں کی بستی میں پہنچ گئے۔ ننّھے ننّھے چمکتے ہوئے تاروں نے کہا ''میاں چھدّو سلام۔ کہاں سے آتے ہو۔ اب تو بہت دیر ہوگئی ہے۔ تمھارے تو سونے کا وقت ہے۔'' مگر چھدّو نے کہا۔ ''میرے سونے کا، میں تو اُڑوں گا۔ اوپر چلے ہی جاؤں گا، اوپر میں تو آسمان کے اندر جاؤں گا اور دیکھوں گا کہ یہ سورج دوسری طرف سے

کیسے نکلتا ہے۔'' ستارے خوب کھلکھلا کر ہنسے، ایسے کہ یہ جھل مل جھل مل کر رہے ہوں۔ اور پرندے نے کہا کہ '' تم تو آسمان میں جانا چاہتے ہو، وہاں تو میں بھی نہیں جا سکتا۔ تمھیں ایسے ہی جانا ہو تو بادلوں کے ساتھ جاؤ، میں اب آگے نہیں جاتا۔'' '' اچھا تو میں بادلوں کے ساتھ جاؤں گا۔ چلو مجھے بادلوں کے پاس لے چلو۔ بس چلو جلدی۔ چلو۔ چلو۔''

پرندے نے اپنا رخ موڑا، سیدھے ہاتھ کی طرف سے کچھ بادل آ رہے تھے اُن کی طرف چلا۔ اُسے دیکھ کر ایک کالا کالا بادل بھی اُس کی طرف لپکا اور قریب آ کر چھدّو کو گود میں لے لیا۔ اس کی گود بڑی ٹھنڈی تھی، ایسی نرم جیسے حلوا۔ بادل چھدّو کو لے کر جو چلا تو چھدّو کو ایسا لگا کہ جیسے اس کے گالوں پر دو بوندیں گریں۔ دو بڑی بڑی گرم گرم بوندیں۔

چھدّو کچھ اُداس سا ہو گیا اور کہنے لگا۔ '' یہ تو ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے میری ماں کے آنسو ہوں۔'' بادل نے بتایا کہ '' ہاں بیٹا تیری ماں کے آنسو ہیں۔ وہ تجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئی تھی اور ایک جگہ بیٹھی رو رہی تھی کہ میں پاس سے گزرا تو میں یہ دو آنسو ساتھ لیتا آیا۔ اب اُداس مت ہو۔ انھیں پونچھ ڈالو۔ ہم بس اب آسمان پہنچتے ہی ہیں۔ منھ ہاتھ خوب صاف ہونے چاہئیں۔ وہاں فرشتوں کا پہرا ہے۔ گندے آدمی کو اندر نہیں آنے دیتے۔'' یہ باتیں سن کر چھدّو نے رونا شروع کیا۔ اور اتنا رویا اتنا رویا کہ ہچکی بندھ گئی۔ وہ بادل سے سِسک سِسک کر کہنے لگا۔ '' نہیں میں آسمان میں اب نہیں جاؤں گا۔ میں اب سورج کو بھی نہیں دیکھوں گا۔ مجھے اب کچھ درکار نہیں۔ مجھے تو گھر لے چلو۔ میں اپنی ماں کے پاس جاؤں گا۔ بس۔''

چھدّو نے یہ کہا ہی تھا کہ بادل بڑی تیزی سے نیچے کو چلا۔ سب دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے۔ یہ جا، وہ جا، اور ایک جگہ خوب نیچے پہنچ کر بادل نے چھدّو کو گود سے نیچے ڈال دیا۔ یہ دھم سے ایک چمیلی کے پیڑ کے پاس گرا۔ اُس نے جو آنکھ کھولی تو دیکھا کہ ماں دونوں ہاتھوں سے چمیلی کی شاخیں ہٹا رہی ہے۔ خوشی سے باچھیں کھلی ہوئی ہیں اور چلّا رہی ہے۔ '' ارے لوگو دیکھو، میرا چھدّو یہ ہے۔ میرا چھدّو یہ ہے۔'' اِسی وقت سورج بھی اوپر سے نکلا اور



چمیلی کی ٹہنیوں میں سے جھانک کر اُس نے چھدّو کا منہ دیکھا اور کچھ اس طرح مسکرایا کہ اس کا سارا چوڑا چکلا چہرہ اِس مُسکراہٹ سے دمکنے لگا۔

ڈاکٹر ذاکر حسین

معنی یاد کیجیے

جھاڑی	:	کانٹوں بھرے چھوٹے چھوٹے درخت
بُرّاق	:	سفید گھوڑے جیسی ایک سواری جس پر حضرت محمدؐ نے معراج کا سفر کیا تھا
زین	:	گھوڑے کی پیٹھ پر کسا جانے والا مضبوط اور موٹا کپڑا یا چمڑے کا پٹّہ
چابک	:	کوڑا، ہنٹر
درکار	:	ضرورت، حاجت
رسید	:	وصولی کا کاغذ
سرپٹ دوڑنا	:	بہت تیز دوڑنا
لہلہانا	:	جھومنا، ہوا سے ہلنا
عجیب	:	انوکھا، نرالا
لہریں	:	موجیں
غوطہ	:	ڈبکی
سیپ	:	صدف، دریا میں پایا جانے والا ایک سخت قسم کا خول جس کے اندر سے موتی نکلتا ہے
گھونگھا	:	دریا یا سمندر میں پایا جانے والا ایک کیڑا۔ مندروں میں بجایا جانے والا شنکھ اسی کیڑے کا خول ہوتا ہے
جھل مل جھل مل	:	ٹمٹماہٹ، جگمگاہٹ
رُخ	:	طرف، سمت، جانب، چہرہ
ہچکی بندھنا (محاورہ)	:	زیادہ رونے سے سانس کا رکنے لگنا، ہچک ہچک کر رونا
سِسک سِسک کر رونا	:	آواز دبا کر رونا
چمیلی، چنبیلی	:	ایک خوشبودار پھول کا نام جسے فارسی میں یاسمین کہتے ہیں

شاخیں	:	شاخ کی جمع، ٹہنیاں، ڈالیں
دمکنا	:	چمکنا، تمتمانا

سوچیے اور بتایئے۔

1. چھِدّو کس قسم کا لڑکا تھا؟
2. گھوڑے سے مل کر چھِدّو کیوں خوش ہوا؟
3. چھِدّو گھوڑے پر سوار ہو کر کہاں کہاں سے گزرا؟
4. گھوڑے کے لیے ریت پر چلنا کیوں دشوار تھا؟
5. چھِدّو نے سمندر کی سیر کیسے کی؟
6. کالے کپڑے پہنے ہوئے عورت کون تھی اور کہاں جا رہی تھی؟
7. پانی سے سر نکالتے ہی چھِدّو کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟
8. پرندے کے رخ موڑتے ہی چھِدّو کو گود میں کس نے اٹھا لیا؟
9. دو گرم گرم بوندیں کس کو کہا گیا ہے؟
10. بادل نے چھِدّو کو آنسو کے بارے میں کیا بتایا؟
11. چھِدّو کی روتے روتے ہچکی کیوں بندھ گئی اور اس نے کیا خواہش ظاہر کی؟
12. چھِدّو نے آنکھیں کھولیں تو اس نے کیا دیکھا؟

نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

تالاب   خوب صورت   سوار   رخ

پرندہ   درکار   پہرا   چوڑا چکلا

کالم 'الف' سے کالم 'ب' کو ملا کر محاورے مکمل کیجیے۔

الف	ب
سرپٹ	بندھنا
باچھیں	مارنا
آنکھیں	پھولے نہ سمانا
موجیں	کھلنا
خوشی سے	دوڑنا
سسکیاں	بند ہونا

نیچے دیے ہوئے جملوں کو کہانی کی ترتیب سے لکھیے۔

1. کوئی چڑیا پھُر سے اُڑتی تو یہ کہتا ''میں بھی اڑونگا۔''
2. ایک چھوٹا سا لڑکا تھا اس کا نام تھا چھدّو۔
3. چھدّو تو مارے خوشی کے پھولا نہ سماتا تھا۔
4. گھوڑے پر ایک سنہرا خوب صورت زین کسا ہوا تھا۔
5. سمندر میں گر کر یہ ڈبکیاں کھانے لگے۔
6. گھوڑے نے کہا اب مجھ سے نہیں چلا جاتا۔
7. اس کا سارا چوڑا چکلا چہرہ اس مسکراہٹ سے دمکنے لگا۔
8. ماں دونوں ہاتھوں سے چمیلی کی شاخیں ہٹا رہی تھی۔

عملی کام

- اس سبق میں مناظرِ فطرت کا اظہار جگہ جگہ مختلف انداز سے کیا گیا ہے، جیسے کھیتی لہلہا رہی تھی، لال نیلے پھول کھلے ہوئے تھے، سمندر لہریں مار رہا تھا۔ اسی طرح آپ بھی کم از کم پانچ فقرے لکھیے۔

غور کرنے کی بات

- اس سبق میں کہیں کہیں خوشی کے اظہار کے لیے اہو ہو ہو، آہاہاہا، ہوہوہو جیسے کلمات استعمال ہوئے ہیں، انھیں کلمۂ نشاط کہتے ہیں۔ اسی طرح افسوس یا غم کے لیے اُف، ہائے، اوہ، آہ جیسے کلمات استعمال ہوتے ہیں انھیں کلمۂ تاسّف کہتے ہیں۔